باغ فدک

کتاب و سنّت اور فریقین کی
معتبر مذہبی کتب کی روشنی
میں مسئلہ فدک کی تحقیق اور
اس سلسلہ میں صحابہ کرام پر
قائم کئے گئے الزامات کا جواب

تحریر

علامہ سیّد محمود احمد رضوی

مکتبہ رضوان، گنج بخش روڈ- لاہور

فہرس مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
بارہواں طعن دربارۂ فدک	۳	سیدہ کا جناب علی پر ناراض ہونا	۲۹
طعن فدک کا جواب	۴	کیا سیدہ حضرت ابوبکر پر ناراض ہوئیں؟	۳۰
آیت یوصیکم اللہ کا مکمل جواب	۶	بخاری و مسلم کی روایت دربارۂ فدک	۳۳
حضور کے ترکہ میں تقسیم کا سوال	۸	فدک کی تاریخ	۳۴
شیعہ سنی روایات کی رو سے انبیاء کی میراث صرف علم دین ہے	۱۰	قضیہ فدک میں فاطمہ کا ابوبکر سے راضی ہونا	۳۷
عدم توراث کی عقلی دلیل	۱۲	حضرت عمر سے بھی سیدہ فاطمہ راضی ہو گئیں۔	۴۰
چند شبہات کے جوابات	۱۳	سیدہ کی نماز جنازہ اور ابوبکر	۴۳
مال فئی میں میراث جاری نہیں ہوتی	۱۶	سیدہ فاطمہ کے پاس سات گاؤں تھے	۴۳
آیت وورث سلیمان داؤد کا جواب	۱۸	حضرت ابوبکر نے اپنی جائداد سیدہ کے سامنے پیش کر دی	۴۴
کیا حضور نے فدک سیدہ کو ہبہ کر دیا تھا	۲۱	کیا حضرت علی نے فدک تقسیم کیا؟	۴۶
فدک حضور نے سیدہ کو ہبہ نہیں کیا۔	۲۲	ازواج مطہرات کے حجرے۔	۴۷
آخری وار	۲۵		
سیدہ کا ابوبکر پر ناراض ہونا	۲۹		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ★ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نظرِ اولین

اس کتابچہ کی ترتیب کا مقصد مناظرہ ومباحثہ نہیں۔ بلکہ اپنے مذہب ومسلک کی وضاحت اور صحابۂ کرام کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں اور فرضی افسانے بناکر ان مقدس اور واجب الاحترام ہستیوں پر جو طعن کیے جاتے ہیں ان کی مدافعت مقصود ہے مسلمان بھائیوں سے التماس ہے کہ وہ اس کتابچہ کو نہایت ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ مطالعہ فرمائیں اور جو حق پائیں اس کو قبول کرلیں۔

سید محمود احمد رضوی
دسمبر ۱۹۵۲ء

* * *

بارہواں طعن دربارۂ فدک

فدک سے متعلق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو طعن کیا جاتا ہے یہ بارہواں طعن ہے جو مختلف الفاظوں سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی مختصر تقریر یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ نے اپنے والد مکرم کی میراث کا مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں حضرت ابوبکر نے حدیث لا نُوْرَثُ سنادی جس پر سیدہ ناراض ہوئیں۔ آپ نے کہا اے ابو قحافہ کے بیٹے یہ کونسا انصاف ہے کہ تو اپنے باپ کی میراث حاصل کرے اور میں محروم رہوں۔ اس سلسلہ میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سیدہ نے کہا فدک ہمارا ہے۔ رسول ہمیں دے گئے ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکر نے گواہ طلب کئے تو سیدہ حضرت علی، حسنین اور ام ایمن کو گواہ لائیں اور حضرت ابوبکر نے ان کی گواہی رد کردی۔ پھر اس پر یہ حاشیہ چڑھایا جاتا ہے کہ اس پر سیدہ ناراض ہوگئیں اور مرتے دم تک حضرت ابوبکر سے نہ بولیں۔ حتّٰی کہ یہ وصیت کرگئیں کہ میرے

جنازہ میں ابوبکر شریک ہوں۔ چنانچہ بوقتِ وفات حضرت علی نے ابوبکر کو اطلاع بھی نہ دی اور راتوں رات آپ کو دفن کر دیا۔ دیکھو ابوبکر نے جگر پارۂ رسول کو ناراض کیا۔ حضور نے فرمایا ہے۔ فاطمہ کی اذیت سے مجھے بھی اذیت ہوتی ہے تو ابوبکر نے فقط فاطمہ کو غضبناک نہیں کیا بلکہ پیغمبر خدا کو غضبناک کیا۔ اور اغضاب النبیّ علیٰ حدّ الشرک ہے (خلاصہ از کتاب سواء السبیل صفحہ ۱۵۹ مصنفہ محمد مہدی شیعہ عالم)

طعن کی تقریر آپ نے سن لی حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشرک تک کہہ دیا۔ اس سے زیادہ اور کیا جاتا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے حضرات کو ہدایت دے اور یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے ذاکروں کے فرضی افسانے سننے پر ہی اکتفا نہ کریں۔ بلکہ انصاف و دیانت کے ساتھ فریقین کی تحریروں کا مطالعہ کریں۔ اور جو حق نظر آئے اسکو قبول کریں۔

طعن فدک کا جواب یہ ہے کہ اتنی بات صحیح ہے کہ سیدہ فاطمہ نے فدک مانگا تھا اور صدیق اکبر نے اس کے جواب میں رسولِ کریم کی حدیث سنائی تھی۔ لیکن سیدہ کا ناراض ہونا یا ابوبکر پر بددعا کرنا یا اپنے نماز جنازہ میں شرکت سے منع فرمانا وغیرہ وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو مخالفینِ صحابہ کی تصنیف ہیں۔ جناب سیدہ کا فدک کے بارے میں اپنی زبان سے ابوبکر کی شکایت فرمانا اہل سنت کی کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔ بخاری و مسلم میں اس کا قصہ یوں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر سے فدک کا سوال کیا۔ یا یہ ہے کہ حضرت فاطمہ اور عباس حضرت ابوبکر سے میراث طلب کرنے کے لیے آئے۔ حضرت سیدہ فدک کا مطالبہ کرتی تھیں اور حضرت عباس سہم خیبر کا۔ اس کے جواب میں حضرت ابوبکر نے ابتداءً یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ میں نہیں دیتا بلکہ آپ نے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی تو حضرت ابوبکر نے ان دونوں سے فرمایا:۔

فَقَالَ لَهُمَا اَبُوْ بَكْرٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ۔	میں نے رسولِ کریم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم (گروہ انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ سب وہ سب صدقہ ہے۔ ہاں آل محمد (اس کی آمدنی) سے کھائیں گے۔

اس حدیثِ رسول کو سنانے کے بعد حضرت ابوبکر نے فرمایا:۔

وَاللهِ لَا اَدَعُ اَمْرًا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بُخاری)

بخدا جو کام میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا اسکو ترک نہیں کرونگا۔

مسلم شریف کے لفظ یہ ہیں کہ حضرت ابوبکر نے حدیث سنانے کے بعد کہا:۔

اِنِّىْ وَاللهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللهِ عَنْ حَالِهَا الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهَا فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ وَلَاَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ (مسلم شریف)

خدا کی قسم میں صدقہ رسول کو جیسے کہ وہ رسول کے زمانے میں تھا متغیر نہیں کروں گا اور اس میں جس طرح رسول نے عمل کیا ہے اسی طرح کروں گا۔

ہم نے کتب صحاح اہل سنت کی روایات من وعن آپ کے سامنے رکھ دی ہیں۔ ان میں صرف یہ ہے کہ جب فدک کا مطالبہ ہوا تو حضرت ابوبکر نے حدیث سنائی کہ حضور نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر نے یہ بھی فرمایا کہ فدک حکم نبوی کے مطابق تقسیم تو نہیں ہوگا مگر اس کی آمدنی آلِ محمد پر صرف ہوگی۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ جس طرح فدک کی آمدنی کو حضورِ اکرم اپنی حیاتِ مبارکہ میں خرچ فرماتے تھے۔ میں بھی اسی طرح خرچ کروں گا اور حضور کے طریقِ کار کا پابند رہوں گا۔ یہ ہے وہ گفتگو جو سیدہ فاطمہ اور حضرت ابوبکر کے درمیان ہوئی۔ حضرت فاطمہ نے حدیث سن لینے کے بعد زبان سے کچھ نہیں فرمایا۔ ظاہر ہے۔ اتنی گفتگو میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی بناپر فریقین کو موردِ طعن بنایا جائے۔ سیدہ فاطمہ کا فدک طلب کرنا حضرت ابوبکر کا حدیث سنا کر حکم شرع ظاہر فرمانا اور قسم اٹھا کر یہ کہنا کہ میں فدک میں حضور کے طریق کار کا پابند رہوں گا۔ کوئی بھی تو ایسی بات نہیں ہے جس کو طعن کا سبب بنایا جائے۔ غرضکہ حضرت فاطمہ و ابوبکر کے اس سوال وجواب کو نقل کرنے کے بعد راوی حدیث اپنے ذاتی تاثرات یوں بیان کرتے ہیں۔

فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ وَهَجَرَتْ اَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ سِتَّةَ اَشْهُرٍ (بخاری)

پس حضرت فاطمہ ناراض ہوئیں۔ انہوں نے ابوبکر کو چھوڑے رکھا۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ حضرت فاطمہ حضور کے بعد چھ ماہ تک حیات رہیں۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ روایت کے یہ لفظ جن پر ہم نے لکیر کھینچ دی ہے یہ حضرت فاطمہ کی زبان کے لفظ نہیں ہیں۔ بلکہ راوی حدیث کے ذاتی تأثرات ہیں جن کو اُنھوں نے اپنے لفظوں میں ہی ظاہر کیا ہے۔ اور یہ ہی بات ہم کو خصوصیت سے نوٹ کرانی ہے کہ صحاح کی کسی بھی روایت میں حضرت ابوبکر کی شکایت جناب سیدہ کی زبان سے ثابت نہیں ہے۔ اور نہ راوئ حدیث ہی یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سیدہ کی زبان سے حضرت ابوبکر کی شکایت سُنی ہے۔ اور ناراضگی دل کا فعل ہے۔ جب تک زبان سے اس کا اظہار نہ ہو دوسرے شخص کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی۔ البتہ قرائن سے دوسرا شخص قیاس کر سکتا ہے۔ مگر ایسے قیاس میں غلطی ہو جانے کا امکان ہے اور جب تک سیدہ کی زبان سے شکایت کا اظہار نہ ہو اس وقت تک ان کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے کہ حضرت فاطمہ ابوبکر پر ناراض ہوئیں۔ **ثانیاً**۔ اگر بالفرض والمحال ناراض ہو بھی گئیں تو حدیث سُن کر ان کا ناراض ہونا اور حضور کے حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے حضرت ابوبکر پر ناراض ہونا ایسی بات ہے جو سیدہ سے ممکن ہی نہیں ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابوبکر حدیث سُنا کر اس پر عمل کرنے کا عہد کریں اور سیدہ ناراض ہو جائیں۔ ان دو اصولی باتوں کو ذہن میں رکھ کر روایت کے الفاظ پر غور کیا جائے تو پھر طعن کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی بہرحال اس کی مزید تفصیل آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔ اس موقع پر تو ہمیں صرف یہ بتانا تھا کہ اتنی بات صحیح ہے کہ سیدہ نے فدک مانگا تھا اور حضرت اُبوبکر نے حدیث سُنائی تھی اور حکم نبوی کی تعمیل میں فدک تقسیم نہ ہُوا۔ لیکن یہ بات کہ حضرت فاطمہ نے اپنی زبان مُبارک سے ناراضگی کا اظہار فرمایا محض ایک افسانہ ہے جو کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔

آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ کا مکمل جواب

جو حدیث سیّدنا ابوبکر صدیق نے سنائی۔ اس کے متعلق پہلا اعتراض یہ ہے کہ یہ آیت قرآنی کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری اولاد کے حق میں مرد کے لیئے دو عورتوں کے برابر حصہ کی وصیت کی ہے۔ یہ آیت عام ہے۔ نبی اور غیر نبی سب کے لیے ہے۔ جیسے عام لوگوں کی اولاد باپ کے متروکہ مال کی وارث ہوتی ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام خصوصاً حضور علیہ السلام کی میراث آپ کی اولاد میں تقسیم ہونی چاہیئے۔

جواب: اس میں شک نہیں کہ اس آیت میں لڑکے کو دُگنا اور لڑکی کو اکہرا حصہ دیے جانے

کا حکم ہے۔ مگر یہ حکم عام نہیں ہے۔ صرف اُمت کے لیے ہے۔ اور حضور اس سے مستثنیٰ ہیں۔ قرآن پاک میں متعدد ایسی آیتیں ہیں جن میں خطاب حضور کو ہے، مگر مراد اس سے اُمت ہے۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۔	نکاح کرو عورتوں سے جن کو تم پسند کرو۔ دو یا تین یا چار تک ۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک مسلمان مرد کو بیک وقت چار عورتوں کو نکاح میں رکھنا جائز ہے اور چار سے زیادہ ناجائز ہے لیکن یہ حکم اُمت کے لیے ہے اور حضور اکرم اس سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ آپ کو چار سے زیادہ شادیاں کرنا جائز تھا اور اس کا جواز قرآن کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ اسی طرح مندرجہ ذیل آیات پر غور کیجیے :-

(۱) لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (۲) وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (۳) مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ ۔ ان آیات میں حضور اکرم مراد نہیں ہیں کیونکہ ارتداد عن الاسلام اور قطع ارحام وہ امور ہیں جن کا حضور میں پایا جانا محال ہے۔ اسی طرح (۴) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ (۵) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ (۶) فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۷) حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ (۸) وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وغیرہ آیات میں کم خطاب موجود ہے۔ مگر باتفاق شیعہ سنی حضور اکرم اس میں داخل نہیں ہیں۔ بلکہ اُمت مراد ہے۔ تو اسی طرح آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہ میں حضور اکرم شامل نہیں ہیں اور یہ حکم افرادِ اُمت کے لئے ہے۔ چنانچہ خود شیعہ مذہب کی معتبر کتاب اصول کافی کی حدیث اس کی تائید کر رہی ہے۔ اور یہ بتا رہی ہے کہ حضور علیہ السلام اس میں شامل نہیں ہیں۔ بلکہ یہ حکم عام افرادِ اُمت کے لیے ہے۔

سوال : اس موقع پر شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیث قرآن کی تخصیص نہیں کر سکتی۔ لیکن ان کا ایسا کہنا صحیح نہیں۔ کیونکہ خود شیعہ مذہب میں حدیث سے قرآن کی تخصیص جائز ہے۔ بلکہ آیت يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ کے حکم میں شیعہ علماء نے خود تخصیص کی ہے۔ اور شیعہ کتب فقہ میں (تخصیص) مانع ارث بیس تک گنائے جاتے ہیں۔ چھ صاحب لمعہ نے ذکر کیے ہیں اور کتاب شرائع الاسلام میں بھی ان کا ذکر ہے۔ مثلاً (۱) اولادِ مسلم کافر باپ کی وارث نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر ایک دوسرے میں سے ایک غلام ہو یا ایک دوسرے کا قاتل ہو اور قصاص یا کفارہ لازم ہو گیا ہو۔

یا ایک دوسرے میں سے ایک حربی ہو اور دوسرا اہل اسلام کی رعیت ہو تو ان سب شکلوں میں توارث جاری نہ ہو گا۔ جیسا کہ شرائع الاسلام و سراجی میں ہے۔

اَلْمَانِعُ مِنَ الْاِرْثِ الرِّقُّ وَافِرًا
اَوْ نَاقِصًا وَالْقَتْلُ الَّذِیْ يَتَعَلَّقُ
بِهٖ وُجُوْبُ الْقِصَاصِ اَوِ الْكَفَّارَةُ
وَ اخْتِلَافُ الدِّيْنَيْنِ وَاخْتِلَافُ
الدَّارَيْنِ اِمَّا حَقِيْقَةً كَالْحَرْبِیِّ
اَوِ الذِّمِّیِّ اَوْ حُكْمًا كَالْمُسْتَأْمِنِ
وَالذِّمِّیِّ اَوِ الْحَرْبِيَّيْنِ مِنْ دَارَيْنِ
مُخْتَلِفَيْنِ ۔

وراثت سے محروم ہونے کے چند اسباب ہیں۔ وارث غلام ہو یا عام ازیں کہ وہ تام ہو یا ناقص ہو، مورث کو وارث کا قتل کرنا کہ اس پر قصاص یا کفارہ لازم ہو۔ مورث و وارث کا مذہب میں مختلف ہونا اختلاف دارین یعنی ایک دار السلام میں ہو اور دوسرا دار الحرب میں۔

(سراجی)

دیکھئے شیعہ علماء احادیث ائمہ کرام کے پیش نظر مذکورہ بالا افراد کو آیت کے حکم عام سے خاص کر رہے ہیں جس سے واضح ہوا کہ شیعہ مذہب میں حدیث سے تخصیص جائز ہے۔ غرضیکہ شیعہ سُنی دونوں متفق ہیں کہ ان مذکورہ بالا صورتوں میں میراث جاری نہیں ہو گی۔ حالانکہ آیت میراث کا حکم جمیع افراد اُمت کے لیئے ہے تو جیسے ان افراد کو از روئے حدیث شیعہ علماء نے آیت کے حکم عام سے خاص کیا ہے۔ اس طرح حدیث لَا نُورث نے (جو فریقین کی کتب صحاح کی حدیث ہے) حضور علیہ السلام کو اس سے علیحدہ کر دیا اور بتا دیا کہ یہ حکم افراد اُمت کے لئے ہے حضور کے لیے نہیں۔ پس حدیث لانورث آیت قرآنی کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس کی توضیح کر رہی ہے اور یہ بتا رہی ہے کہ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہ کے خطاب میں حضور علیہ السلام داخل ہی نہیں۔ لہٰذا حدیث لانورث کو قرآن کے خلاف کہنا بالکل غلط ہے۔

حضور کے ترکہ میں تقسیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

ثانیاً۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الزاہدین تھے۔ زہد و قناعت اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ آتا تھا غرباء اور مسکینوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک بار نماز عصر پڑھ کر فوراً گھر تشریف لے گئے اور پھر فوراً باہر تشریف لائے۔ لوگوں کو تعجب ہوا تو فرمایا کہ نماز میں مجھے خیال آیا کہ کچھ سونا گھر میں پڑا رہ گیا ہے،

خیال آیا کہ کہیں رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑا رہ جائے اس لیے اسکو خیرات کر دینے کو کہہ آیا ہوں (ابوداؤد)

۲۔ ایک بار رئیسِ فدک نے چار اونٹ غلہ بار کر کے خدمتِ اقدس میں بھیجے۔ حضرت بلال نے اس کو فروخت کیا۔ ایک یہودی کا قرض تھا اس کو ادا کیا اور حضور کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا۔ کچھ بچ تو نہیں گیا۔ کیونکہ جب تک کچھ باقی رہے گا، میں گھر نہیں جاؤں گا۔ بلال نے عرض کی حضور کیا کروں کوئی سائل ہی نہیں ہے۔ حضور گھر تشریف نہیں لے گئے بلکہ مسجد میں رات بسر کی۔ صبح کو بلال نے خبر دی کہ جو بچا تھا وہ غرباء میں تقسیم کر دیا ہے۔ تب جا کر حضور گھر تشریف لے گئے (ابوداؤد)

مرضِ وفات میں آپ نے حضرت عائشہ کے پاس جو اشرفیاں رکھی ہوئی تھیں، یاد آنے پر فوراً ان کی خیرات کا حکم دیا تھا۔ یہ اور اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضورِ اکرم اپنے پاس کچھ باقی نہیں رکھتے تھے۔ جو کچھ آتا تھا اس کو راہِ خدا میں خرچ فرما دیتے تھے۔ فیاض تھے اور انتہا درجہ کے زاہد تھے۔ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو راحت پہنچاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی واقعہ یہ شہادت نہیں دیتا کہ آپ نے اپنی ۲۳ سالہ زندگی میں کبھی زکوٰۃ ادا فرمائی ہو۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ معاذ اللہ آپ مفلس اور غریب تھے۔ بلکہ یہ تھی کہ جو کچھ آتا تھا اس کو راہِ خدا میں خرچ فرما دیتے تھے اور اتنا مال جمع نہ ہوتا تھا کہ وہ زکوٰۃ کو پہنچے اور زکوٰۃ واجب ہو۔ جب یہ حقیقت ہے تو اس صورت میں اگر ہم بالفرض والمحال یہ تسلیم کر بھی لیں کہ آیتِ میراث کے لفظ کُمْ میں حضورِ اکرم بھی شامل ہیں تو بھی حضورِ اکرم کی میراث کے تقسیم کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضور اپنے پاس مال و دولت جمع فرماتے ہی نہ تھے۔ حتیٰ کہ سنہ ۳ھ میں یہودانِ بنی نضیر میں سے مخیریق نامی ایک شخص نے اپنے سات باغ مثیب۔ صائفہ۔ دلال۔ حسینی۔ برقہ۔ اعواف۔ مشربام ابراہیم۔ مرتے وقت حضور کو وصیت کر دیے تھے۔ مگر آپ نے ان کو بھی خیرات فرما دیا تھا اور راہِ خدا میں وقف کر دیا تھا چنانچہ یہ بات شیعہ سُنی دونوں مذہب کی کتابوں سے ثابت ہے۔ سُنیوں کی کتاب اصابہ تذکرۂ مخیریق اور شیعوں کی فروغ کافی میں اس کا ذکر ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم نے اپنی ذاتی ملکیت میں کوئی چیز چھوڑی ہی نہیں جو چھوڑا بھی تو وہ اپنی حیاتِ مبارک ہی میں وقف فرما دیا تھا۔ جیسے یہ سات باغ اور فدک۔ تو ایسی صورت میں تقسیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ تقسیم وہ چیز ہوتی ہے جو مورث کی ملکیت ہو۔ اور حضورِ اکرم نے ایسا کوئی ترکہ چھوڑا ہی نہیں۔ ؎

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں انکے خالی ہاتھ میں

انبیاءِ کرام کی میراث صرف علمِ شریعت ہے

شیعہ سنی دونوں کی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ انبیاءِ کرام کسی کو دنیاوی مال و دولت کا وارث نہیں بناتے۔ انبیاءِ کرام کی میراث صرف علمِ شریعت ہے۔ اگر وہ کچھ دنیاوی مال چھوڑ جائیں تو اس میں میراث جاری نہیں ہوتی بلکہ وہ صدقہ ہوتا ہے۔

روایاتِ اہلِ سنت

بخاری و مسلم میں حضرت امیر المومنین سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ (بخاری)	ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ وَمُؤْنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ (بخاری)	میری میراث تقسیم نہیں ہوتی درہم ہوں یا دینار۔ میں جو کچھ چھوڑ جاؤں میری ازواج اور عاملوں کا خرچ نکالنے کے بعد وہ صدقہ ہے۔

- حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور کے وصال کے بعد ازواج مطہرات نے حضرت عثمان کے ذریعہ حضور کے مال سے اپنا حصہ تقسیم کروانے کا ارادہ کیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا:۔

اَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ۔ (مسلم شریف)	کیا حضور نبی کریم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ ہم کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

جب حضرت عائشہ نے حضور کی حدیث سنائی تو ازواج مطہرات نے میراث طلب کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

- حضرت عمر بن الحارث سے روایت ہے وہ کہتے ہیں حضور نے بوقتِ وصال درہم و دینار

غلام لونڈی نہیں چھوڑے۔ مگر

اِلَّا بَغْلَةَ الْبَيْضَاء وسِلَاحِهٖ وَ
اَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً (بخاری)

[illegible]

[illegible]

١- عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلام
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ
وَاِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوْرِثُوْا دِيْنَارًا
وَّلَا دِرْهَمًا وَّلٰكِنْ اَوْرَثُوا الْعِلْمَ
فَمَنْ اَخَذَ مِنْهُ اَخَذَ بِحَظٍّ
وَافِرٍ [illegible] العلم والمتعلم

[illegible]

قَالَ اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَ
ذٰلِكَ اَنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوْرِثُوْا
دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا وَّاِنَّمَا
[illegible]

(اصول کافی باب صفة العلم)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علماءِ دین انبیاء کے وارث ہیں، اس لیے کہ انبیاء کرام کسی شخص کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے بس تو جس نے علمِ دین حاصل کیا اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ علماء دین انبیاء کرام کے وارث ہیں اور یہ اس لئے کہ انبیاء کرام نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بنایا۔ انھوں نے تو صرف شریعت کی باتوں کا وارث بنایا تو جس کسی نے ان دین کی باتوں کو حاصل کر لیا اس نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔

[illegible]

جیسے شہید فی سبیل اللہ پر موت واقع ہوتی ہے مگر پھر اس کو زندگی مل جاتی ہے مگر اس زندگی مل جانے کے باوجود شہید پر دنیاوی احکام جاری نہیں ہوتے۔ اس کی بیوی بعد عدت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ شہید کا مال و متاع بھی ورثہ میں تقسیم ہوتا ہے۔ مگر حضور

[illegible]

تبدل نہیں ہوتا۔

[illegible]

[illegible]

حدیث قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]
فصہ قوا۔	کو تسلیم کرلو۔

[illegible]

اعتراض سوم: [illegible]

جواب: [illegible]

[illegible]

جواب: [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]
اتحاد بینھم۔	چھوڑتے ہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس کا فیصلہ بہت آسانی سے ہو سکتا ہے [illegible] فئی کے مصارف خود قرآن نے بیان کر دیے ہیں۔

[illegible]

جو [illegible] اللہ [illegible] اپنے رسول کو بستی والوں سے [illegible]

اور مسافروں کے لیے ہے۔

[illegible]

[illegible]

اس آیت سے [illegible] فرمایا۔

[illegible]

[illegible]

گیاہے وہ بھی رفع ہوگیا۔

[illegible]

[illegible]

کہ ان میں سے صرف حضرت سلیمان کو میراث ملی اور باقی افراد محروم رہے تو اگر یہاں میراث سے مالی میراث مراد ہوتی تو ان کے تمام فرزندوں کو ملنی چاہیئے تھی جس سے یہ ثابت ہوا کہ یہاں میراث سے علم اور نبوت مراد ہے جو حضرت سلیمان کو تو ملی مگر ان کے دوسرے بھائی محروم رہے۔

ثانیاً۔ یہاں اگر میراث سے مالی میراث مراد لی جائے تو کلام میں [illegible] خصوصیت بے محل ہونا لازم آتا ہے کیونکہ یہ تو ہوتا ہی ہے کہ ہر بیٹا اپنے باپ کی میراث پاتا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا جائے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

رابعاً۔ قرآن پاک میں وراثت کے لفظ کا علم کی میراث میں استعمال ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- (حکایۃً عن زکریاؑ)

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا	مجھے اپنے بعد اپنے قرابت داروں کا ڈر ہے اور میری عورت بانجھ ہے۔ تو مجھے اپنے پاس سے ایسا وارث دے ڈال جو میرا ہو [illegible] وہ میرا جانشین ہو، اور آل یعقوب کا وارث ہو۔

حضرت زکریا [illegible] ہیں۔ [illegible] وراثت سے [illegible] نبوت ہی مراد ہے۔ کیونکہ [illegible] کے بعد [illegible] ہی [illegible]

خصوصاً [illegible]

امام جعفر صادق نے فرمایا:-

اِنَّ دَاوٗدَ وَرِثَ الْاَنْبِیَآءَ وَاِنَّ سُلَیْمَانَ وَرِثَ دَاوٗدَ وَاِنَّ مُحَمَّدًا وَّرِثَ سُلَیْمَانَ وَاِنَّا وَرِثْنَا مُحَمَّدًا۔	حضرت داؤد انبیاء کے وارث ہوئے اور سلیمان داؤد کے اور محمد سلیمان کے وارث ہوئے اور ہم لوگ وارث ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ حضور اکرم حضرت سلیمان کے وارث ہوئے۔ ظاہر ہے کہ حضور اکرم کو حضرت سلیمان کی میراث میں کوئی مال نہیں ملا تھا۔ بلکہ علم اور نبوت ہی ملی تھی۔ کیونکہ حضور اکرم حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے ہیں اور حضرت سلیمان حضرت اسحٰق کی [illegible] ہیں۔

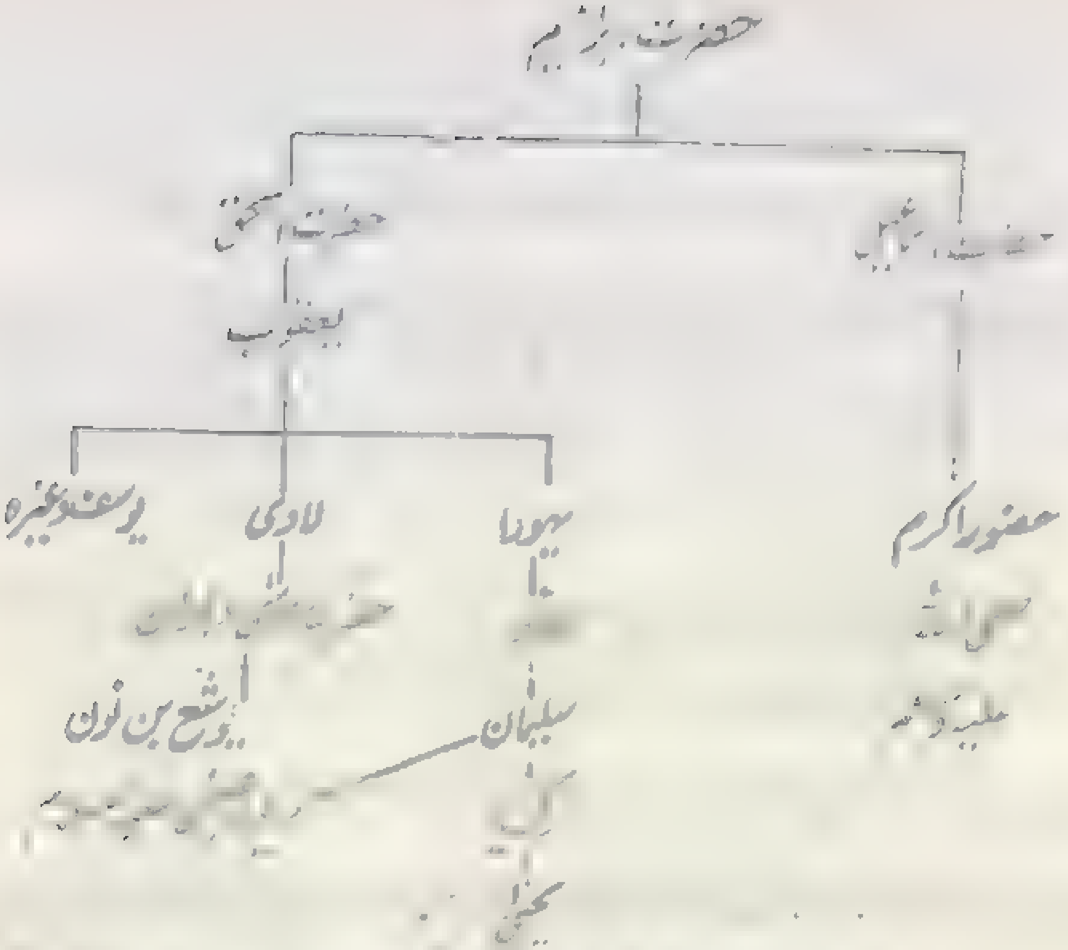
حضرت ابراہیم
حضرت اسحٰق
حضرت اسمٰعیل
یعقوب
یوسف وغیرہ
لاوی
یہودا
حضور اکرم
صلی اللہ
علیہ وسلم
حضرت موسیٰ وہارون
داؤد
یوشع بن نون
سلیمان
زکریا
یحییٰ

نوٹ — اس شجرہ میں [illegible]

چھوڑ دیا گیا ہے۔

[illegible]

جب یہ لوگ ہر طرح لاجواب ہو جاتے ہیں تو یہ

کہ کیا حضور نے فدک سیدہ کو ہبہ کر دیا تھا؟ فدک کے متعلق [illegible] حضرت سیدہ کو ہبہ

کر دیا تھا [illegible] حضرت علی اور [illegible]

لہٰذا ایک مرد و ایک عورت کی گواہی قبول نہیں ہوئی، دعویٰ خارج کر دیا تھا۔

جواب: جناب سیدہ کی طرف سے ہبہ کا دعویٰ کرنا اور اس پر علی و ام ایمن کا گواہ [illegible]

[illegible]

[illegible] بابی و امی انت الصادقة الامینة عندی ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عهد الیك عهدا او وعدك وعدا صدقتك وسلمته الیك فقالت لم یعهد الی فی ذلك۔ (شرح ابن الحدید)	اگر حضور نے تم سے فدک کے معاملے میں کوئی عہد یا وعدہ کیا تھا تو میں اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں، اور فدک تمہارے حوالے کر دوں گا۔ تو سیدہ نے فرمایا حضور نے مجھ سے فدک کے معاملے میں کوئی عہد نہیں فرمایا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حق ہوگا۔ مگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ فدک سیدہ کو ہبہ کیا تھا۔ تو یہ مسئلہ شیعہ سنی دونوں کا متفقہ ہے کہ جب تک موہوب یا موہوب لہ کا قبضہ نہ ہو جائے اس وقت تک ہبہ تمام نہیں ہوتا۔ مثلاً زید نے ایک قطعہ زمین عمرو کو ہبہ کر دیا۔ مگر قبضہ مالکانہ نہ دیا۔ اب زید مر جائے اور بکر ہبہ کا دعویٰ کرے تو کیا وہ [illegible] ملے گا۔ یہی صورت فدک کی ہے اور شیعہ سنی دونوں متفق ہیں کہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہبہ کر دیا تھا۔ مگر [illegible] ہبہ قبضہ کے بغیر تمام نہیں ہوتا۔ اور آپ ثابت ہبہ کا دعویٰ [illegible] صورت میں آپ کے حق میں کس طرح فیصلہ دے دوں

اور اسلام کے قانون کو کیسے پس پشت ڈال دوں۔

الغرض اس بات پر شیعہ سنی دونوں متفق ہیں:

۱۔ حضور کریم نے اپنی حیات میں فدک اپنے ہی قبضہ میں رکھا تھا اور آپ خود اس کی آمدن سے خرچ فرماتے تھے۔

۲۔ [illegible]

۳۔ [illegible] نہیں ہوتا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تو پھر اعتراض کیسا؟

[illegible] حضرت سیدہ

نے جناب ابوبکر سے فدک مانگا تو حضرت ابوبکر نے اس کے جواب میں رسول کریم کی حدیث سنا دی
[illegible] نے یہ فرمایا کہ [illegible] فدک کا [illegible] اور حضور اکرم [illegible] نے یہ فرمایا
ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے ۔ اب آپ ہی بتلایئے کہ فدک
تقسیم کیسے ہو [illegible] بس یہی وہ بات [illegible] جو جناب سیّدہ اور حضرت ابوبکر کے درمیان ہوئی ۔ سیّدہ
[illegible] حضرت ابوبکر [illegible] کے بعد میں [illegible]
[illegible] سیّدہ [illegible]
[illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

بخاری کی دوسری روایت کے لفظ یہ ہیں :-

[illegible]	[illegible]

[illegible] سیّدہ [illegible]
[illegible] حضرت ابوبکر [illegible]
کیا [illegible] ان کے دلائل یہ ہیں :-

اوّل ۔ بخاری اور صحیح کی روایات میں غضب یا ھجرت کے جو الفاظ ہیں وہ حضرت سیّدہ کی زبان سے نقل نہیں ہیں ، اور نہ کسی روایت میں یہ مذکور ہے کہ سیّدہ نے اپنی زبان مبارک سے [illegible] بلکہ یہ الفاظ راویوں کے اپنے تاثرات ہیں جو اس نے واقعات سے اخذ کئے ہیں ۔ صحاح کی کسی روایت سے سیّدہ کا اپنی زبان سے اظہار ناراضگی فرمانا ثابت ہی نہیں ہے ۔

دوم ۔ یہ امر مسلّم ہے کہ راوی حدیث ایک واقعہ سے جو نتیجہ نکالتا ہے اس میں غلطی ہو سکتی ہے ۔ وہ واقعہ [illegible] کے ساتھ ایک نتیجہ نکالتا ہے ۔ مگر ہو سکتا ہے کہ وہ نتیجہ غلط ہو ۔

[illegible] نے فدک مانگا اور حضرت ابوبکر [illegible]

[illegible]

[illegible] غلط ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں ہے جو راوی کی [illegible] دیانت یا عدالت و ثقاہت کو مجروح کرتے [illegible] غلطی [illegible] میں غلطی کا قصد نہیں ہوتا۔

[illegible] کی روایت سے جو بات ثابت ہوتی وہ صرف اس قدر ہے کہ راوی حدیث کا اندازہ ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر سے ناراض ہو گئیں لیکن [illegible] کا اندازہ تو قطعی اور یقینی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہذا ایسی صورت میں صحاح کی روایت سے [illegible] حضرات

پر شبہ پیدا کرنا کہ سیدہ یقیناً حضرت صدیقؓ اکبر سے ناراض ہو گئی تھیں کوئی وزن نہیں رکھتا۔ جب صحاح کی دو بنتوں سے یہ یقینی کے ساتھ ثابت ہی نہیں ہے کہ سیدہ صدیقؓ اکبر کے ساتھ ناراض ہوئی تھیں تو ایسی صورت میں صدیقؓ اکبر پر زبان درازی کرنے کی کیا گنجائش ہے۔

سوم۔ یہ کہ وجہ [illegible] بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ میں جو [illegible] حدیث [illegible] مذکور ہے جس میں یہ [illegible]

زہری اس میں لکھی ہیں:۔

[illegible]

[illegible]

چہارم۔ [illegible]

[illegible]

انما یاکل ال محمد فی ھذا المال (بخاری) ہاں فدک کا مال آل محمد پر خرچ ہوگا۔

ذکرہ صدیق اکبر فدک کی آمدنی آل محمد پر خرچ کرنے سے انکار نہیں فرماتے بلکہ وہ کہتے ہیں فدک میں میراث تو حکم نبوی کی بنا پر جاری نہیں ہوسکتی۔ ہاں اس کی آمدنی آل محمد پر ضرور خرچ کی جائے گی جس سے اس شبہ کی بنیاد بھی اکھڑ گئی کہ ابوبکر نے فدک غصب کر لیا یا سیدہ کو محروم کر دیا۔ غصب یا محروم [illegible] جب صدیق اکبر [illegible] نہیں فدک [illegible] اس کی آمدنی آل محمد پر خرچ ہوئی۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] سیدہ کا ناراض ہونا ہی ناممکن ہے۔

اس کے علاوہ [illegible] فدک میں سیدہ [illegible] جناب صدیق اکبر کے قول سے خوش ہونا خود کتب شیعہ سے ثابت ہے۔ ایسی صورت میں یہ بات قابل غور ہے کہ ناراضی والی حدیث کو ترجیح دی جائے اور رضامندی کی روایتوں کو چھپا لیا جائے۔ جب کتب شیعہ فدک میں سیدہ کا حضرت ابوبکر سے راضی ہونا اظہر من الشمس ہے تو پھر [illegible] کی کیا گنجائش؟

سیدہ کا جناب علی پر ناراض ہونا

پھر یہ بات بھی درست ہے کہ جناب سیدہ فاطمہ صلوات اللہ علیہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ناراض ہو جایا کرتی تھیں

یک بار [illegible] ناراض ہوئی ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کرائی۔ چنانچہ جلاء العیون [illegible] حضرت [illegible] علی سے ناراض ہوئیں تو حسن اور حسین [illegible] آپ حضرت علی [illegible] حضرت [illegible] چلے گئے۔

[illegible]

[illegible] اور یہ بات سیدہ کی ذات سے ناممکن [illegible]

[illegible]

[illegible] میں ابوبکر کو داخل ہی نہیں کیا جا سکتا۔

[illegible]

کے ساتھ غور فرمالیں۔

خامساً [illegible]

ہی معقول جواب ہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]
	مَا آذَاهَا وَيُرِيْبُنِي مَا اَرَابَهَا فَمَنْ
	اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِيْ۔

غور کیجئے [illegible]

[illegible] روایت [illegible] ہے۔

[illegible] نے ایک [illegible] سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا جو حضور اکرم کا بدترین

دشمن اور اسلام کا بدترین مخالف تھا۔

۳۔ حضرت علی [illegible] روایت [illegible] [illegible] ان کے

[illegible]

۴۔ [illegible]

[illegible]

۵۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

فتح الباری میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت سیدہ [illegible]

حضرت ابوبکر نے گفتگو کی [illegible] | [illegible]

زیادہ حضرت صدیق اکبر سیدہ کے گھر [illegible] [illegible]

[illegible] حضرت علی [illegible] پردہ تھا۔ اور [illegible] حضرت [illegible] سے بات [illegible]

[illegible] سیدہ [illegible] عفت و عصمت کا مجسمہ تھیں۔ [illegible] فرمانا [illegible] کی وجہ سے [illegible]

[illegible] تو حضرت صدیق اکبر [illegible] تھے۔ دوسرے فدک کے معاملہ میں [illegible]

کی ضرورت ہی نہ تھی اور حضرت ابوبکر [illegible] سے ان کے مصارف برابر پورے کرتے

رہے۔ اس لیے سیدہ کو فدک کے سلسلہ میں دوبارہ گفتگو کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔

اب اپنے مسلم شریف کی روایت سنئے بلفظہ۔

مسلم کی روایت

فلما توفیت دفنها زوجها علی بن ابی طالب لیلا ولم یؤذن بها ابا بکر	جب حضرت فاطمہ کا وصال ہوا تو حضرت علی نے ابوبکر کو خبر نہ دی اور رات کو آپ کو دفن کر دیا۔

[illegible]

نے اوّل ہی خبر کر دی ہوگی۔

[illegible]

پر خرچ فرماتے تھے۔

[illegible]

آمدنی سے کچھ عطا فرماتے تھے۔

۲۔ مہمان اور بادشاہوں کے جو سفیر آتے تھے۔ ان کی مہمان نوازی بھی اسی سے ہوتی تھی۔

۳۔ حاجت مندوں اور غریبوں کی امداد بھی اسی سے فرماتے تھے۔

۴۔ جہاد کے لیے اسلحہ بھی اسی آمدنی سے خرید فرماتے تھے۔

۵۔ آپ اسی آمدنی سے مجاہدین کی امداد بھی فرماتے تھے۔ جس کو [illegible] جتنی [illegible] حاجت ہوتی [illegible] دیتے۔

۶۔ [illegible]

[illegible]

[illegible] سب نے فدک کی آمدنی انہیں [illegible] رہنے دیئے۔ [illegible] جب [illegible] ہو گئے تو [illegible] کی خلافت کے دوران [illegible] اپنے لیے [illegible] نے فدک کے ایک [illegible] جاگیر بنا لیا [illegible] دیا اور فدک [illegible] کی اولاد کے پاس رہا۔ یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز کی حکومت ہوئی تو [illegible] نے فدک کو مروان کے رشتہ داروں سے لے کر اسی حالت میں لوٹا دیا جس حالت میں حضور [illegible] خلفائے اربعہ کے زمانہ میں تھا۔ یعنی انھوں نے فدک کی آمدنی کو انہیں مصرفوں پر خرچ کرنے کا حکم دیا

جن پر حضور [illegible] کیا کرتے تھے۔ فدک کے متعلق جو عبارات ہم نے درج کیے ہیں پیش نظر [illegible] اس تہمت اور بہتان [illegible] ظاہر ہو جاتا ہے کہ [illegible] کچھ بھی نہ تھی۔ محض بات کا بتنگڑ بنا کر سیدنا صدیق اکبر کو مطعون کیا گیا ہے۔ یہاں مختصر [illegible] کے ساتھ چند امور کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں جن سے اس مسئلہ کے سمجھنے میں مزید آسانی ہو گی۔

[illegible] مصارف میں خرچ کیا۔

[illegible]

[illegible]

۱۔ [illegible]

[illegible]	حضرت ابوبکر [illegible] [illegible]

مطابق [illegible] شرح نہج البلاغہ [illegible] پر تحریر کرتے ہیں۔ [illegible] حضرت ابوبکر فدک کی آمدنی سے

وکان ابوبکر یاخذ غلتها فیدفع الیهم منها ما یکفیهم	اہل بیت کو دیتے تھے جو ان کو کافی ہوتا تھا۔

ان چند علماء شیعہ کے [illegible] سے واضح ہو گیا کہ سیدنا صدیق اکبر نے فدک میں وہی عمل کیا جو حضور کیا کرتے تھے۔ آپ نے فدک میں کوئی خیانت نہیں کی۔ نہ اس کو غصب کیا۔

بنا پر حضور کی مرضی و منشا کے مطابق اس میں عمل فرمایا۔ شیعہ حضرات حضرت صدیق پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے اہل بیت پر ظلم کیا [illegible] حضور کے [illegible] اہل بیت [illegible] بلکہ آپ نے اہل بیت کو [illegible] دے رکھا [illegible] آمدنی سے اہل بیت کو کوئی [illegible] نہیں [illegible] تھا۔

غور کیجیے حضرت صدیق نے فدک کی آمدنی کو اہل بیت پر خرچ کرنے [illegible] سے [illegible] دیا ہے۔

[illegible]

حضور کے [illegible] حضرت امام حسن [illegible] نے اسی طریقہ پر [illegible] حضرت عمر بن عبدالعزیز جو کہ بنو امیہ [illegible] حاکم تھے انھوں نے اپنے دور حکومت میں مروان کے رشتہ داروں سے فدک کو لے لیا اور اس کی آمدنی کو اسی طرح خرچ کرنے کا حکم دیا جیسا کہ حضور و خلفائے راشدین کے زمانہ میں اس کی آمدنی خرچ ہوتی تھی۔

فیصلہ فدک میں سیدہ فاطمہ کا راضی ہونا

یہ ایک حقیقت ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ لیکن افسوس شیعہ حضرات اس بات میں انتہائی ڈھٹائی سے کام لیتے ہیں کہ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ زندگی بھر حضرت ابوبکر سے ناراض رہیں حتیٰ کہ آپ نے وصیت کر دی کہ ابوبکر کو میرے جنازہ میں بھی شریک نہ کیا جائے۔

یہ [illegible] حقیقت [illegible] عدم شرکت کا نتیجہ [illegible] اس لیے تصنیف کیا گیا ہے کہ شیعوں کے [illegible] یہ حضرت فاطمہ فدک کی وجہ سے آپ سے ناراض تھیں۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ سیدہ ناراض [illegible] تو شیعوں کے طعن کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ اس لئے [illegible] سے سیدہ فاطمہ کی ناراضگی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] اور میں نے نیک نیتی کی۔

اس کے بعد یہ حضرت فاطمہ نے یہ فرمایا کہ حضور نے فدک مجھ کو ہبہ کر دیا تھا جس پر انھوں نے علی اور ام ایمن کو گواہ پیش کیا۔ جنھوں نے گواہی دی۔ پھر عمر آئے۔ انھوں نے اور عبدالرحمن بن عوف نے یہ گواہی دی کہ حضور فدک کی آمدنی تقسیم فرما دیتے تھے۔ اس پر حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔ تم سب سچے ہو۔ مگر اس کا تصفیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی آمدنی سے تمہارے

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	گزارے کے لیے رکھ لیتے تھے،
یاخذ من فدک قوتکم ویقسم	اور باقی جو بچتا تھا اسکو تقسیم فرما دیتے

[illegible]

[illegible] کی [illegible] میں [illegible]

[illegible]

(شرح [illegible] مطبوعہ ایران جلد ۳۵)

[illegible]

[illegible]

۱۔ [illegible]

۲۔ [illegible]

۳۔ [illegible]

[illegible] رضامندی کی اس روایت سے [illegible]

اوّل [illegible]

دوم [illegible] حضرت [illegible]

[illegible] اس روایت سے جو شیعوں کی معتبر مذہبی کتاب [illegible] قارئین کرام [illegible] انصاف [illegible] بالکل واضح لفظوں میں یہ ثابت ہو گیا کہ سیدہ [illegible] اللہ علیہا [illegible] حضرت صدیق [illegible] [illegible] جو لوگوں نے حدیث رسول کے تحت [illegible] اور سیدہ نے اس [illegible] حضرت ابوبکر [illegible] اہل بیت کے اخراجات پورے کرتے گئے۔ [illegible] رضامندی کے بعد بھی شیعہ حضرات جناب صدیق اکبر پر [illegible] مگر [illegible] راضی ہو جانے کے بعد

کسی محب اہل بیت کے لیے تو گنجائش باقی نہیں رہتی کہ وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کر سکے ۔ البتہ انصاف سے کام لینا دوسری بات ہے ۔

سوم : اہل بیت کے خراجات تمام عمر حضرت صدیق کر فدک کی آمدنی سے پورے کرتے رہے ، دوسرے اپنے اخراجات حضرت صدیق اکبر سے وصول کرتی رہیں اور صدیقی طرز عمل کو فرماتی رہیں ۔

چہارم : [illegible] اہل بیت کی [illegible] کرتے رہتے ، [illegible] [illegible] اختیار کیا ۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

عن [illegible] ابو بکر [illegible] فاطمة [illegible] عمر [illegible] هذا ابو بکر [illegible] [illegible] قال عمر قد رضی علیہا [illegible] [illegible] ورضیت عنه

[illegible] ہوئے حتیٰ کہ [illegible] فاطمہ حضرت ابوبکر سے راضی ہو گئیں ۔

روایات فریقین سے ظاہر ہے کہ سیدہ فاطمہ وقت وفات سیدنا صدیق اکبر سے بالکل راضی تھیں اور کسی قسم کی کبیدگی ان کے دل میں نہ تھی ۔

حضرت سیدہ کی نماز جنازہ میں حضرت ابو بکر کی شرکت

شیعہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر سیدہ فاطمہ کے نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوئے اور

اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ سیدہ نے وصیت کردی تھی کہ ابوبکر میرے جنازہ میں شریک نہ ہوں۔ اس کے جواب میں پہلے تو ہم ایک اصولی بات کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کے جنازہ میں کسی شخص کا بنفس نفیس شریک ہونا نہ فرض تھا نہ واجب۔ اور اگر بالفرض شیعہ حضرات شرکت نہ [illegible] سمجھتے ہیں تو عدم شرکت کو منافی اسلام سمجھ کر شریک نہ ہونے والوں پر طعن دراز کرتے ہیں تو ان کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ اہل سنت کی مستند روایات کے مطابق حضرت صدیق اکبر نے ہی حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ پڑھائی [illegible] روایت ہے۔

[illegible] | حضرت [illegible] سے روایت ہے [illegible]

[illegible]

[illegible] انور [illegible] مانتے ہیں [illegible] مغرب [illegible] الجواب [illegible] غرض حضرت صدیق اکبر [illegible] نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوئے وہ یہی فرض کر لیجیے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ سیدہ نے [illegible] ان دو حضرات کے متعلق کیا کہیں گے جو بقول سیدہ کے نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ کیا ان سے بھی سیدہ ناراض تھیں اور کیا سیدہ فاطمہ نے یہ وصیت بھی کردی تھی کہ میرے نماز جنازہ میں حسن و حسین بھی شریک نہ ہوں جو ان کے لاڈلے بیٹے تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ جنازہ کی شرکت یا عدم شرکت کو ناراضگی یا رضامندی کی بنیاد بنانا ہی غلط ہے اور اگر اس اصول کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر حضرت حسن حسین عبداللہ بن عباس اور دیگر افراد کے متعلق بھی یہ کہنا پڑے گا کہ ان سے حضرت فاطمہ ناراض تھیں۔ کیونکہ

[illegible] شب کے [illegible] ثابت
[illegible] حضرت صدیق نے سیدہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تو
[illegible] طرح بھی درست نہیں ہے۔

[illegible]

کتب میں موجود ہے [illegible] پر روشنی پڑتی ہے۔

اوّل: اگر سیدہ حضرت ابوبکر صدیق سے ناراض ہوتیں تو [illegible] ان کی زوجہ
محترمہ سے خدمت [illegible] اور حضرت ابوبکر بھی اپنی زوجہ کو یہ اجازت دیتے کہ وہ شبانہ روز
سیدہ کے گھر مقیم رہیں اور [illegible] ان کی تیمارداری میں مشغول و مصروف رہیں۔

دوم: اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ حضرت سیدہ حضرت ابوبکر سے قطعاً راضی تھیں اور
اسی سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو اپنی زوجہ محترمہ سے سیدہ کے حالات معلوم ہو جاتے
تھے۔ یا وہ خود اپنی زوجہ سے پوچھ لیتے تھے۔ یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ وفات کی اطلاع خصوصی طور پر
حضرت ابوبکر کو بھیجنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ جب ان کی زوجہ محترمہ سیدہ کی تیمارداری میں
مصروف تھیں تو حضرت ابوبکر کو ایک ایک پل کے حالات معلوم ہوتے رہتے ہوں گے۔ چنانچہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے [illegible] جلد آخر میں یہ روایت نقل کی ہے [illegible]
[illegible] حضرت ابوبکر کی زوجہ [illegible] جناب سیّدہ نے
اس کی وصیت کی تھی [illegible] پسند کیا تھا۔ پس حضرت ابوبکر [illegible] ہو گئے [illegible]
[illegible] حضرت [illegible]
[illegible]
البتہ [illegible] حضرت [illegible] جنازہ میں شریک ہوئے۔

حضرت علی کا نماز جنازہ حضرت ابوبکر نے پڑھا

[illegible] یہ ثابت نہیں ہے کہ [illegible]
کی نماز میں شریک تھے۔ بلکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر نماز جنازہ کے امام تھے۔
جیسا کہ [illegible]

۱۔ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

تو ثابت ہو گیا کہ [illegible] حضرت [illegible] حضرت ابوبکر نے جنازہ
کی نماز [illegible] حضرت ابوبکر [illegible]

سیدہ فاطمہ کے پاس سات گاؤں تھے

بعض روایات [illegible] سے ثابت ہے کہ سیدہ فاطمہ کے پاس فدک کے
[illegible] سات گاؤں تھے جن کے نام یہ ہیں۔

دلال، عفاف، حسنی، صافیہ، مال ام ابراہیم، مبیت، برقہ، چنانچہ فروع کافی کی جلد ثالث میں ہے کہ احمد بن
محمد نے امام موسیٰ کاظم سے ان سات باغوں کا حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ میراث نہ تھے بلکہ وقف تھے

۱۔ لا انما کانت وقفا وکان رسول اللہ
یاخذ الیہ منہا ما ینفق علی اضیافہ
۲۔ فلما قبض جاء العباس یخاصمہ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے
اس قدر لے لیتے تھے جو مہمانوں کے خرچ
کو کافی ہو جب رسول کا انتقال ہو گیا

فاطمة فيها فشهد علی علیه [illegible]

[illegible]

تو عباس ان کی بابت حضرت فاطمہ سے جھگڑے تو حضرت علی اور دوسروں نے اس بات کی گواہی دی کہ یہ وقف میں فاطمہ پر

[illegible] سے اس کی [illegible] سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:-

ا۔ [illegible] کے ساتھ [illegible] تھے۔ مگر یہ وقف تھے اور حضور کے [illegible]

[illegible]

[illegible] آپ کو [illegible]۔ ثانیاً۔ اگر [illegible] فیصلہ [illegible] تو حضرت علی اپنے دور خلافت میں میراث جاری فرما دیتے۔ مگر جناب امیر نے خود بھی وہی عمل کیا جو خلفاء نے کیا تھا۔ اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدیق اکبر کا فیصلہ صحیح تھا اور جناب امیر بھی اس کو صحیح سمجھتے تھے۔ اگر وہ غلط ہوتا تو جناب امیر اپنے زمانہ میں ضرور اس میں میراث جاری کرتے۔ ثالثاً۔ اگر حضرت صدیق اکبر نے یہ فیصلہ سیدہ کے بغض و عناد کی وجہ سے کیا تھا تو پھر آپ نے ساری جائداد سیدہ کے حضور کیوں پیش کی۔

حضرت ابوبکر نے اپنی جائداد سیدہ فاطمہ کے سامنے پیش کر دی

حضرت صدیق اکبر کا اپنی جائداد کو جناب سیدہ کے حضور نہایت

التجا کے ساتھ پیش کرنا اس امر کی بہت بڑی دلیل ہے کہ صدیق اکبر کو سیدہ سے کسی قسم کا عناد نہ تھا اور میراث حضور اکرم کی حدیث کی بنا پر آپ نے منع کی تھی۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب حق الیقین میں ہے کہ جناب سیدہ مطالبہ فدک کا پڑھ چکیں تو خلیفہ اول نے بہت سے مناقب جناب سیدہؓ کے بیان کیے اور بہت معذرت کے بعد یہ کہا۔

داموال و احوال خود را از تو مضائقہ نمے کنم۔ آنچہ خواہی بگیر تو سیدۂ امت پدر خودی و شجر طیبہ از برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمے تواند کرد و حکم تو نافذ است در اموال من۔ اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتۂ پدر تو نمیتوانم کرد۔ (حق الیقین ملا مجلسی ص۲۳۱)	اور میرے جملہ اموال و احوال میں تمہیں اختیار ہے۔ آپ جو کچھ چاہیں بلا تامل لے سکتی ہیں۔ آپ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی سردار ہیں اور اپنے فرزندوں کے لیے شجرۂ طیبہ ہیں آپ کی فضیلت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور آپ کا حکم میرے تمام مال میں نافذ ہے

لیکن مسلمانوں کے مال میں تمہارے والد ماجد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

للہ انصاف کیجئے۔ سیدنا صدیق اکبر سیدہ فاطمہ کے حضور میں التجا کر رہے ہیں کہ میری دولت حاضر ہے تم جو چاہو لے سکتی ہو۔ مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ تمہارا حکم نافذ ہے۔ تمہارا فضل و شرف مسلم ہے۔ تمہاری عظمت و رفعت سے کسی کو انکار نہیں ہے میرا مال حاضر ہے مگر اموال مسلمین یعنی فدک یہ وقف ہے۔ اس میں تمہارے ہی والد محترم و مکرم حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق میراث جاری نہیں ہو سکتی۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں فدک میں میراث جاری کر کے رسول کے حکم کی کیسے مخالفت کروں۔ صدیق اکبر کے اس بیان سے جو شیعوں کی ہی مذہبی کتب میں مذکور ہے۔ یہ واضح ہو گیا کہ فدک حضرت صدیق نے صرف اس لیے نہیں تقسیم کیا کہ اس کے متعلق حضور کا ارشاد موجود تھا۔

ثانیاً۔ حق الیقین کے اس حوالہ سے اس اعتراض کی بھی دھجیاں اڑ گئیں جو شیعوں کے مشہور عالم سید محمد مہدی نے اپنی تصنیف سواد السبیل کے ص۱۹۵ پر کیا ہے۔ "کہ اگر ابوبکر خطاوار نہ تھے تو انھوں نے معذرت کیوں کی۔ کیا بغیر قصور کیے بھی کوئی معذرت کرتا ہے۔ آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔"

تو اس کا جواب بھی حق الیقین کے حوالے سے ہو گیا۔ کہ حضرت صدیق اکبر نے اپنے قصوروار ہونے کی وجہ سے معذرت نہیں کی تھی بلکہ اس لیے کی تھی کہ ان کے دل میں جناب سیدہؓ کی انتہائی تعظیم و توقیر تھی اور وہ چاہتے یہ تھے کہ سیدہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ اور وہ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ میں میراث کی نفی اپنی طرف سے کر رہا ہوں۔ اس لیے بار بار وہ اس امر کی وضاحت کرتے تھے کہ میراث کی نفی میں نے تمہارے پدر بزرگوار حضور سید المرسلین کے حکم کی بنا پر کی ہے اور عملی طور پر اس کی دلیل یہ پیش فرماتے تھے کہ میرا تمام مال و دولت آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ چاہو تو اس کو قبول کر لو

کیا حضرت علی نے فدک تقسیم کیا؟

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ تمام کتب تواریخ اس پر شاہد ہیں کہ فدک زمانۂ علوی میں بھی اسی طرح رہا جیسے صدیق و فاروق کے دورِ خلافت میں تھا اور حضرت علی نے بھی فدک میں وہی طریقہ جاری رکھا جو صدیق اکبر نے جاری رکھا تھا۔ تو اگر حضرت صدیق اکبر نے اپنے دورِ حکومت میں فدک غصب کر لیا تھا تو جناب علی مرتضیٰ کا فرض تھا کہ وہ فدک کو تقسیم کرتے اور اس وقت جو اس کے وارث موجود تھے ان کو دے دیتے۔ اور جو ناجائز بات چلی آ رہی تھی اور جو ظلم روا رکھا گیا اس کو اپنے دورِ خلافت میں ختم کر دیتے کیونکہ خود حضرت علی فرماتے ہیں کہ امام کے لیے پانچ امر ضروری ہیں:۔

(۱) خوب وعظ کہنا (۲) لوگوں کی خیر خواہی میں خوب قوت صرف کرنا (۳) نبی کی سنت کو زندہ کرنا۔ (۴) سزاؤں کے حقداروں کو سزا دینا (۵) حقداروں کو ان کے حقوق واپس لوٹا دینا (نہج البلاغہ مصری ج۱ ص۲۰۲)

اسی طرح رجال کشی میں حضرت علی کا یہ ارشاد مذکور ہے:۔

انی اذا ابصرت شیئاً منکراً اوقدت ناراً ودعوت قنبراً۔ (رجال کشی ص۱۹۹)	جب میں خلافِ شریعت کا کام دیکھتا ہوں تو آگ جلاتا ہوں اور قنبر کو بلاتا ہوں۔

اسی بنا پر آپ نے ان لوگوں کو آگ میں جلا دیا تھا۔ جو آپ کو خدا کہنے لگ گئے تھے۔ پھر فرماتے ہیں:۔

ولا المعطل للسنة فیهلك الامة (نہج البلاغہ ص۳۹۵)	امام ایسا نہیں ہونا چاہیئے جو پیغمبر کے طریقے کو چھوڑ دے ورنہ امت ہلاک ہو جائے گی۔

لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جناب علی مرتضیٰ نے فدک میں وہی طریقہ جاری رکھا جو سیدنا صدیق اکبر کا تھا

جو اس امر کی بہت بڑی دلیل ہے کہ علی مرتضیٰ کے نزدیک فدک میں صدیقی طرزِ عمل حق و ثواب تھا اور علی مرتضیٰ صدیقی طرزِ عمل کو بالکل شریعتِ اسلامیہ کے مطابق جانتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ حضرات کا صدیقی خلافت میں غصبِ فدک کا قول کرنا حضرت علی کی امامت و خلافت پر شرمناک حملہ ہے۔ کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ صدیق اکبر نے فدک غصب کر لیا تھا تو حضرت علی پر بھی یہ الزام قائم ہوگا کہ انھوں نے فدک کو صدیقی خلافت کے دستور پر جاری رکھ کر امامت و خلافت کا حق ادا نہیں کیا۔ حضرت صدیق اکبر اگر غاصب فدک ثابت ہوں گے تو علی مرتضیٰ غصب کے برقرار رکھنے والے۔ سوچئے کہ غصب کرنے والا زیادہ مجرم ہے یا غصب کو برقرار رکھنے والا۔ اور غاصبوں کے طرزِ عمل کی باوجود حکومت و سلطنت کے حمایت کرنیوالا (معاذ اللہ)

غرضیکہ قضیہ فدک میں جناب علی مرتضیٰ کا طرزِ عمل دنیائے شیعیت پر بہت بھاری حجت ہے۔ اگر صدیق اکبر کی خلافت پر اعتراض ہوگا تو سیدنا علی کی خلافت پر بھی حرف آئے گا۔ پس جناب علی المرتضیٰ کا اراضی فدک کو اسی دستور پر رکھنا جس پر کہ جناب صدیق اکبر نے رکھا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقانیت اور ان کے طرزِ عمل کی صحت پر دلیل قاہر ہے۔

اس موقع پر شیعہ یہ کہا کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فدک اس لیے تقسیم نہیں کیا کہ اہلِ بیت مال مغصوب واپس نہیں لیا کرتے۔ لیکن یہ بات انتہائی لچر ہے۔ مجالس المومنین میں ملا نور اللہ شوشتری نے لکھا ہے۔ عمر بن عبد العزیز نے اپنے دورِ حکومت میں فدک امام باقر کی تحویل میں دے دیا تھا۔ اگر بزعم شیعہ اہلِ بیت اشیائے مغصوبہ نہیں لیا کرتے تو امام باقر نے جو شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں۔ فدک واپس لے کر اپنے آباؤ اجداد کا کیوں خلاف کیا؟ اس کے علاوہ علی مرتضیٰ نے خلافت مغصوبہ کو کیوں قبول کیا اور حضرت امام حسین خلافت مغصوب کی خاطر یزید سے کیوں لڑے؟ چونکہ معصومین کا ایک سا حال ہوتا ہے۔ تو اس جواب سے تو شیعوں پر بہت سے اعتراض پڑ جائیں گے۔ اس لئے آپ کو ماننا پڑے گا کہ فدک کو حضرت علی نے اس لیے تقسیم نہیں کیا کہ ان کے نزدیک صدیق و فاروق کا فیصلہ اور عمل صحیح و ثواب تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت علی ضرور اس فرض کو ادا فرماتے اور کسی حالت میں بھی کوتاہی نہ فرماتے۔

ازواج مطہرات کے حجرے

ایک اعتراض شیعہ یہ بھی کرتے ہیں کہ اگر نبی کی میراث تقسیم نہیں ہوتی تو ازواج مطہرات کو میراث میں حجرے کیوں دیے گئے۔ اس کا جواب یہ ہے

کہ ازواج مطہرات کے پاس جو حجرے تھے وہ بطور میراث ان کو نہیں ملے تھے۔ بلکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہر بی بی کو ایک ایک حجرہ بنوا کر ان کے قبضہ میں دے دیا تھا۔ اور ازواج نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات میں ان پر قبضہ بھی کر لیا تھا اور ہبہ مع قبضہ موجبِ ملکیت ہے۔ جیسا کہ حضرت فاطمہ اور حضرت اسامہ کو بھی حضور نے اس قسم کے گھر بنوا کر ان کی تحویل میں دے دیے تھے اور ازواج مطہرات اور یہ لوگ ان گھروں کے مالک تھے۔ لہذا یہ حجرے ازواج کو میراث نہیں ملے تھے بلکہ یہ تو ان کی ملکیت تھے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ شیعہ سنی کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ جب امام حسن کی وفات نزدیک آئی تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کے حجرہ میں دفن کیے جانے کی اجازت مانگی تھی۔ اگر یہ حجرہ حضرت عائشہ کی ملکیت نہ ہوتا تو اجازت مانگنے کی کیا ضرورت تھی۔

ثانیاً۔ قرآن سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ حجرے ازواج مطہرات کی ملکیت تھے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حجرے خود حضور نے اپنی حیات میں ازواج کی ملکیت میں دے دیے تھے چنانچہ ارشادِ باری ہے :۔

قَرۡنَ بیُوتکُنّ	اے رسول کی بیبیو! اپنے گھروں میں رہو

اگر یہ حجرے ازواج کی ملکیت نہ ہوتے تو پھر قرن فی بیوت الرسول (رسول کے گھروں میں قرار پکڑو) ہونا چاہیے تھا۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ حجرے ازواج کی ملکیت تھے اور میراث میں ان کو نہیں ملے تھے۔

جامع الصفات

ایک مقبولِ عام، ایمان افروز، باطل سوز، تالیف جس میں حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب، معجزات و کرامات کو کتاب و سنت کی روشنی میں ایک اچھوتے اندازِ دلنواز سے پیش کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام اولین و آخرین کے کمالات کے جامع ہیں

مکتبہ رضوان۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور